عورت کی بے بسی

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

شادی ایک آزمائش ہے۔ مسلسل آزمائش! ہر گھر میں مسائل ہوتے ہیں۔ کہیں زیادہ، کہیں کم اور پھر اپنی اپنی قسم کے مسائل ہوتے ہیں۔ کہیں ساس بہو کا جھگڑا ہے تو کہیں معاشی تنگ دستی کا رونا وغیرہ وغیرہ۔

دراصل ہمارا معاشرہ گھریلو مسائل میں اتنا جکڑا ہوا ہے اور اخبارات میں روزانہ بیسیوں واقعات ایسے پڑھنے کو ملتے ہیں کہ میاں نے بیوی کو قتل کر دیا۔ بیوی نے میاں کو زہر دے کر ہلاک کر دیا

اور ان زیادہ تر واقعات میں زیادتی شوہر کی نظر آتی ہے کہ وہ اپنے مرد ہونے کے اختیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے گھر میں اکثر ظلم روا رکھتا ہے۔ اگرچہ بعض عورتیں بھی اپنی بے وقوفی سے اپنے گھر کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔

حقیقت میں ہمارے ہاں بھرپور دینی اور دنیاوی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے جہالت نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں جس کی بنیاد پر لوگ کس کس طرح اپنی زندگی میں زہر گھولتے اور اپنے متعلقین کو ذہنی اذیت سے دوچار کرتے ہیں۔

ایسے ہی ایک گھرانے کی ایک کہانی آپ کے پیشِ نظر ہے جسے ضبطِ تحریر میں لانے کا مقصد صرف اور صرف پڑھنے والوں کے لیے عبرت اور سبق آموزی ہے اور کچھ نہیں کہ:

احساس مر نہ جائے تو انسان کے لیے
کافی ہے ایک راہ کی ٹھوکر لگی ہوئی

ایک گھر میں میاں بیوی نسبتاً ایک اچھی زندگی بسر کر رہے تھے۔ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بیٹی عطا کی۔ دن گزرتے رہے۔ اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ دو سال کے بعد پھر ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

یہ بیٹا یا بیٹی کا ہونا یا نہ ہونا کسی کے بس میں نہیں۔ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ جسے چاہوں میں بیٹے دوں، جسے چاہوں بیٹیاں دوں۔ جسے چاہوں بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دوں اور جسے چاہتا ہوں میں بانجھ کر دیتا ہوں، کچھ بھی نہیں دیتا۔ وہ بے نیاز ہے، بے پروا ہے، صاحب ہے جو چاہے کرے کہ:

اِکناں نُوں کُجھ نہ دیوے، اِک نُوں اِک دِتّا اووی گیا مر

حافظؔ !صاحب نُوں کون آکھے ، اِنج نئیں اِنج کر

دو بیٹیوں کی پیدائش کے بعد میاں نے بیوی کو کوسنا شروع کر دیا کہ مجھے بیٹا چاہیے۔ اب اگر بیٹی ہوئی تو تمہاری خیر نہیں، تمہیں الگ کر دوں گا، دوسری شادی کر لوں گا، بیٹی کا گلا گھونٹ دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ کی مرضی کہ تیسری دفعہ بھی اُس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ میاں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ بیوی خوف زدہ رہنے لگی۔ چند دنوں کے بعد کا واقعہ ہے کہ ماں قضائے حاجت کے لیے باتھ روم گئی ہوئی تھی۔ سنگ دل باپ نے معصوم بچی کو اٹھایا اور اُسے ککر میں بند کر کے چولہے پر چڑھا دیا۔

فراغت کے بعد جب ماں باہر آئی، دیکھا کہ میاں باورچی خانے میں ہے اور چولہے پر کُکر چڑھا ہوا ہے۔

پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگا: کچھ نہیں، تمہارے لیے یخنی بنا رہا ہوں۔ ماں بستر پر چلی گئی۔

اُدھر باپ نے بدحواسی میں، بجائے کُکر کی سیٹی اور ویٹ بالترتیب اٹھانے کے، سیدھے سبھاؤ اُس کا ڈھکن کھول دیا جو بھاپ کی زبردست قوت کے ساتھ، باپ کے منہ پر لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ باورچی خانے میں قاتل باپ کے اوپر مقتول بیٹی کی لاش پڑی تھی کہ:

کل جگ نہیں، کر جگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے

کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہات دے اُس ہات لے

قارئین! کیا ہم اُس دکھیا ماں کے کرب کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ اُس کے درد کو کسی سکیل پر ماپ سکتے ہی؟ اُس کے دکھ کو جان سکتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بستر پر نہ پا کر، کس ہمت سے باورچی خانے میں آئی ہو گی اور اُس نے وہاں اپنے میاں کی لاش اور اُس کے اوپر اپنی پھول جیسی بیٹی کے لاشے کو کس حوصلے سے دیکھا ہو گا کہ:

جس ہاتھ کو وہ خواب میں کل چوم رہی تھی

جاگی تو اُسی ہاتھ میں لاشہ نظر آیا

اعتذار

''نقیبِ ختم نبوت'' کی اشاعت اپریل ۲۰۰۸ء کے صفحہ نمبر ۹ پر ایک لفظ پروف ریڈنگ کی غلطی کی وجہ سے غلط چھپ گیا تھا، اُسے ''برے'' کی بجائے ''بڑے'' پڑھا جائے۔ ادارہ اس غلطی کے لیے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)